شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
اور عقائدِ اہلسنت
قبر پر اذان دینا
کراماتِ اولیاء
حضور ﷺ علمِ غیب جانتے ہیں
فاتحہ وسوئم وچالیسواں
اولیاء کا عرس منانا
یارسول اللہ مدد کہنا
تعویذ گنڈے کرنا
میلاد النبی اور قیام وسلام
مزارات پر اولیاء کی حاضری کا ثبوت
مصنف
علامہ مولانا محمد محب الرحمٰن
باہتمام
محمد قاسم عطاری قادری ہزاروی
ناشر
مکتبہ غوثیہ ہول سیل
4926110

بسم الله الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سن ولادت : شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۱۵۹ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں اور آپ کا نام آپکے والد نے **عبدالعزیز** رکھا اور آپ کا تاریخی نام **غلام حلیم** تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہنوز طفلِ شیر خوار تھے آپ کی فراخ وکشادہ پیشانی تھی عالمانہ شان وشوکت بھی نمایاں تھی بصیرت افروز نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آج کا یہ ہلال کل بدر کامل بن کر تمام دنیا کو منور کردے گا۔

تعلیم و تربیت

شاہ صاحب کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں قرآن اور اسلام کے ابتدائی مسائل و احکام کی تعلیم سے فراغت حاصل کرلی آپ نہایت ذہین اور سلیم الطبع تھے تحصیل علم کی طرف آپ کی طبیعت ابتداء ہی سے راغب تھی شاہ ولی اللہ نے اپنے خلیفہ مولانا شاہ محمد عاشق اور دوسرے خلیفہ خواجہ امین اللہ کو آپ کی تعلیم وتربیت کیلئے مقرر فرمایا۔ تقریباً دو سال کے عرصے میں عربی کے مختلف فنون میں حیرت انگیز ترقی حاصل کی اس وقت طبیعت میں ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جس کی نظیر سے بڑے بڑے بحرِ معانی کے حلقے خالی تھے۔ ۱۳ برس کی عمر میں کتب درسیات صرف ونحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، علم کلام، عقائد، ہندسہ، ہیئت اور ریاضی وغیرہ میں خاصی مہارت حاصل کرلی تھی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب صرف علوم نقلیہ ہی کے عالم نہ تھے بلکہ فنون عقلیہ میں بھی آپکو بڑی دسترس حاصل تھی۔ منقولات کے ساتھ ساتھ آپ نے معقولات کی بھی مشہور کتابیں پڑھیں تھیں ان میں بھی آپ دوسرے طلباء سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے اور ان کے علاوہ تصوف وسلوک میں آپ نے عوارف المعارف اور رسائل نقشبندیہ تصنیف فرمائیں۔ درسی کتابوں میں بھی آپ کو بڑی مہارت تامہ حاصل تھی اور اس کے علاوہ آپ کو بہت ساری زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔

قرآن وحدیث کی تعلیم میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے آپ کے حافظہ اور یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ہر قسم کی بات اور ہر قسم کا مسئلہ آپ کے ذہن میں فی الوقت موجود ہوتا تھا درس وتدریس میں بڑے بُردبار حیثیت سے درس دیتے تھے اور تدریس میں طلباء کیلئے ایسے شفیق اُستاد کی حیثیت رکھتے تھے کہ طلباء کو پڑھانے کے علاوہ کھانا بھی کھلاتے تھے آپکے اخلاق وعادت بھی بڑے احسن تھے اور جہاد کا بھی آپ کو بڑا شوق تھا اور ہر وقت یہی فرماتے تھے کہ کاش میرے پاس وسائل ہوتے تو میں کافروں سے جہاد کرتا اور جہاں تک ہوسکتا کافروں سے ملکوں کو آزاد کراتا۔

آپ کی وفات

آپ ماہِ شوال ۱۲۳۹ھ میں اسی سال عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے آیتِ قرآنی پڑھنے کے بعد یہ وصیت فرمائی کہ مجھے غسل اہتمام سے دیا جائے کفن کا کپڑا معمولی ہو جس کو میں استعمال کرتا ہوں جنگل میں میرا جنازہ رکھا جائے اور جب میرا جنازہ اٹھایا جائے تو اس کے ساتھ عربی اور فارسی کے اشعار پڑھے جائیں۔ (نعت خوانی) اور یہ شعر پڑھا جائے:

یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر   من وجهك المنیر لقد نور القمر

(ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز)

بابُ التصوف

ایک دن پیر و مرشد کی حضوری میں چند مقامات کی تحقیق ارشاد فرمانے کیلئے میں نے عرض کیا کہ وہ مقامات مشہور و معروف ہیں ان کی حقیقت سے جیسا چاہئے کوئی آگاہ نہیں ان مقامات میں سے یہ ہیں۔

حضرتِ انسان

حضرت نے انسان کے وجود کی طرف اشارہ فرمایا پھر میں نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ کیلئے مکان نہیں ہے بعض لوگوں کا یہ نظریہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کیلئے مکان ہے۔ تو حضرت نے اس بارے میں بھی انسان کی طرف ارشاد فرمایا پھر یہ حدیث ارشاد فرمائی: لا یسعنی الارض و السماء و لکن یسعنی قلوب المومنین یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری گنجائش نہ زمین رکھتی ہے اور نہ آسمان لیکن میرے لئے مومنین کے قلوب گنجائش رکھتے ہیں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ عبادت کسے کہتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا عبادت یہ ہے جس کا تعلق بدن سے ہو اور دوسری وہ عبادت ہے جس کا تعلق دل سے ہو تیسری وہ عبادت ہے جس کا تعلق جان سے ہو۔ ان تینوں مقامات کو شریعت و طریقت و حقیقت کہتے ہیں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ امیر و فقیر اور دوسرے لوگ سب عبادت کرتے ہیں کیا ان کی عبادت یکساں ہے ارشاد فرمایا کہ ان کی عبادتیں بہت مختلف ہیں اس لئے جو عبادت فقیر کرتا ہے اگر وہ عبادت امیر کرے تو وہ عبادت ان کے حق میں کفر و ضلالت کا باعث ہوگی اور اس امر کی تعلیم کرنے کیلئے مرشد کامل چاہئے پھر میں نے سوال کیا فقیروں کی بھی قسمیں ہوتی ہیں تو ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی دو قسمیں ہیں: (۱) فقیر ظاہری (۲) فقیر باطنی۔ یہ دونوں مقام بھی بلا توجہ کامل مرشد کے منکشف نہیں ہوتے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ خاکی دل کس راستے سے آتا ہے اور کس راستے سے جاتا ہے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک ایسا رمز ہے کہ دونوں مقامات شریعت طریقت اور حقیقت معرفت میں معلوم کرنا ہر انسان پر فرض واجب ہے اور جو آدمی ان مقاموں کو نہیں جانتا وہ حیوانِ مطلق ہے

اس کو زندہ کہنے کے بجائے مردہ کہنا چاہئے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ علم جاننے کی کوئی حد ہے ارشاد فرمایا علم وہ ہے جو ربّ کریم کو ہر نام سے پہچانتا ہو۔ پھر شاہ صاحب نے نفس کی قسمیں بیان کی پہلی قسم **نفس ناطقہ**، یہ وہ نفس ہے جس سے انسان کو فصیح زبان پر پاکیزہ قسم کی گفتگو جو ہر انسان کے دل پر چسپاں ہو۔ دوسری قسم **نفس امارہ**، جسے بے فائدہ گفتگو کہتے ہیں اور عمدہ کھانا ہر اُس چیز کی طرف خواہش کم ہو جس میں آخرت کا نفع ہو یہ سب اسی نفس سے حاصل ہوتے ہیں۔ تیسری قسم **نفس مطمئن**، جس سے کبھی تو اچھی گفتگو اور نیک فعل صادر ہوں اور کبھی بدگوئی ہو اور کبھی اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے موافق عمل ہو اور کبھی شرع کے خلاف ہوتا ہے۔ چوتھی قسم **نفس لوامہ**، جس سے ہر وقت شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے موافق اُس کا عمل ہوتا ہو ان چار طریقوں کے خلاف آدم کی جامع حقیقت ہے۔

روح کی تین قسمیں ہیں

پہلی قسم وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: قوله تعالیٰ قل الروح من امر ربی یعنی کہہ دے اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے۔ دوسری قسم روحِ وجودی ہے جس کو انسان کی ہر رگ میں فرشتہ پیوست کر دیتا ہے۔ تیسری قسم روحِ نوری ہے جو ہر عضو میں طرح طرح کی تجلی مرحمت فرماتا ہے۔

توجہ کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم القاء یعنی جس کے معنی ڈالنا پنچورہ کی طرح جب پانی سے خالی ہوتا ہے تو اس کو پھر بھر دیتے ہیں اس سے مراد ہے کہ ہر روز توجہ قدرے قدرے دیا کرتے ہیں۔ دوسری قسم اخذ ہے، اخذ سے مراد وہ پھول جو تل کی مانند ہے اوپر اور نیچے پھول رکھتے ہیں اور درمیان میں تل ہوتا ہے چند روز کے بعد تل کو پھول کی خوشبو حاصل ہو جاتی ہے۔ تیسری قسم انعکاس ہے، چشتیہ طریقے کے لوگ اس قسم کی توجہ میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں۔ یہ چشتیہ طریقے میں صحبت کہلاتی ہے معنی اس کے یہ ہوئے کہ ہر روز مطلوب کا عکس ڈالتے ہیں جس طرح آفتاب کا عکس پڑتا ہے اور ان تین طریقوں کا چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ میں بہت زیادہ معمول ہے۔ چوتھی قسم توجہ اتحاد ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ دو جنسیں مل کر ظاہر باطن میں ایک ہو جائیں اس سے مراد یہ ہے کہ مرشد مرید کو ظاہر و باطن میں اپنے جیسا کر دے۔ (فتاویٰ عزیزی)

مزارات اولیاء پر حاضری کا ثبوت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے بزرگ کے مزار پر جائے تو بزرگ کی قبر کی طرف منہ کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو اور فاتحہ پڑھے اور پھر سینے کی طرف بیٹھ کر اکتالیس مرتبہ یہ دُعا پڑھے: سبوح قدس ربنا و رب الملائکۃ والروح یا اسم ذات کا ذِکر کرے اور اسکے بعد خاموش مراقبہ میں بیٹھے اور جب رُخصت ہو تو السلام علیک یاذالروح اور جب عام آدمی کی قبر پر جائے تو فاتحہ پڑھے اور سینے کی طرف مراقبہ میں بیٹھے اور جب اُٹھے تو السلام علیکم کہے۔

ایک اور مقام پر شاہ صاحب سے سوال کیا کہ زیارت قبور کا طریقہ کیا ہے تو آپ نے یہی مذکورہ طریقہ ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا کہ سورۂ انا انزلنا فی لیلۃ القدر تین مرتبہ پڑھے اور دل سے خطرات کو دُور کر کے اور دل کو اُس بزرگ کے سامنے رکھے تو اس بزرگ کی روح کی برکات زیارت کرنے والے کے دل میں پہنچیں گی۔ (فتاویٰ عزیزی)

کیا اولیاء اللّٰہ کی قبر سے استمداد جائز ھے یا نھیں ؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض اولیاء کرام کے کمال مشہور ہیں اور تواتر سے ثابت ہیں تو اگر کسی ولی کی قبر سے استمداد حاصل کرنا چاہے تو اس ولی کی قبر کے سرہانے کی جانب قبر پر اُنگلی رکھے اور شروع سورۂ بقرہ سے مفلحون تک پڑھے پھر ولی کے پاؤں کی جانب آمن الرسول آخر سورت تک پڑھے پھر کہے اے میرے فلاں حضرت میں فلاں کام کیلئے بارگاہِ الٰہی میں دعا اور التجا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں سفارش کے ذریعے سے میری مدد کریں پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کیلئے دعا کرے۔
پھر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ استمداد اُن اولیاء کرام سے مانگنی چاہئے جن کا کمال مشہور ہو اس کے بعد فرماتے ہیں اہلِ قبور سے استمداد کے بارے میں فقہاء میں باہمی اختلاف ہے ان فقہاء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا دوسرے اہل قبور سے استمداد حاصل کرنے سے انکار کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ زیارت سے شرع میں صرف یہ مقصود ہے کہ اموات کے حق میں دعا اور استغفار کیا جائے اس کے ذریعے سے بعض فقہاء کرام اس امر کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا دوسرے اہلِ قبور سے بھی استمداد کرنا جائز ہے ظاہر ہے کہ یہ فقہاء میت کے سَمع اور اِدراک کے قائل ہیں اس لئے وہ اس امر کے بھی قائل ہیں کہ اولیاء کرام سے استمداد کرنا جائز ہے جن فقہا کو میت کے سمع اور اِدراک سے انکار ہے ان کو استمداد کے جواز سے بھی انکار ہے اہلِ قبور سے استمداد کرنا ایک ایسا امر ہے کہ وہ مشائخ جو اہل کشف اور کمال ہیں ان کے نزدیک یہ کامل طور پر ثابت ہے حتیٰ کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ارواح سے فیض حاصل ہوا ہے چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجرب تریاق ہے دعا قبول ہونے کیلئے اور حجت الاسلام نے فرمایا ہے کہ جس سے حیات کی حالت میں استمداد کی جاتی ہے اس سے موت کے بعد بھی استمداد کی جاتی ہے ایسا ہی صلہ میں اموات کے نفس سے بھی استعانت کرنے میں بھی نفع پایا جاتا ہے اس واسطے کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی نفس کا تعلق بدن کیساتھ باقی رہتا ہے۔

میت کے نفس کا تعلق اس تربت کے ساتھ بھی رہتا ہے جس میں وہ دفن کیا جاتا ہے جب وہ اس تربت کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفوس میں تلافی حاصل ہوتی ہے اور استفادہ ہوتا ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ استمداد زندہ کی زیادہ قوی ہے یا میت کی بعض محققین کے نزدیک میت سے استمداد قوی ہے اس بارے میں بعض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم متحیر ہو جاؤ اور امور میں یعنی کوئی کام انجام کرنے میں متحیر ہو جاؤ تو چاہئے کہ صحابہ کرام کی قبروں سے مدد چاہو۔ شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ اجل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ نہیں پائی جاتی ہے کتب وسنت سلف صالحین کے اقوال میں کوئی ایسی چیز کہ مخالف اور منافی اس استمداد کے ہو۔ اس کو رد کرے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ روح باقی رہتی ہے اسی وجہ سے جب کوئی قبر کی زیارت کرنے کیلئے آتا ہے تو روح ان کے احوال سے خبردار ہوتی ہے اور کاملین کی ارواح کو بحالتِ حیات اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب کا درجہ حاصل رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی روح کرامات پر تصرف اور استمداد میں موثر ہوتی ہے اور موت کے بعد بھی قرب کا وہ درجہ باقی رہتا ہے اسی وجہ سے تصرفات کی قوت بھی باقی رہتی ہے، جس طرح حیات میں یہ قوت باقی رہتی ہے کیونکہ اس وقت روح کا تعلق کلی بدن کے ساتھ رہتا ہے پھر موت کے بعد بھی تصرفات کی وہ قوت زیادہ ہو جاتی ہے تو اسی حالت میں استمداد سے انکار کرنے کیلئے کوئی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی مگر یہ کہ اوّل امر سے منکر ہو جائیں یعنی یہ کہیں کہ موت کے بعد روح بدن سے جدا ہو جاتی ہے اور حیات کا علاقہ زائل ہو جاتا ہے تو اس حالت میں روح کا بدن سے کچھ بھی تعلق باقی نہیں رہتا تو یہ نص کے خلاف ہے تو اس صورت میں قبر کی زیارت کرنا اور قبر کے پاس جانا یہ سب لغو ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ عامہ اخبار وآثار سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے اور استمداد کی کوئی صورت نہیں بلکہ صرف یہ صورت ہے کہ محتاج اپنی حاجت طلب کرے جناب باری سے اس بندے کے روحانی توسل کے ذریعے سے وہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں مقرب ہو تو یہ کہے اے خداوندِ تعالیٰ اس بندے کی برکت سے کہ تو نے رحمت اس پر فرمائی ہے اور اسکو بزرگی دی ہے میری حاجت پوری فرما، یا اس ولی کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ اے خدا کے بندے اور ولی میرے حق میں سفارش کر اور میری مراد خدا تعالیٰ سے طلب کرتا کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرما دے کیونکہ بندے کے درمیان صرف وسیلہ ہے کہ یہ اللہ کا ولی ہے اس میں شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں منکرین کو صرف وہم ہوا ہے حالانکہ یہ مسئلہ بالاتفاق جائز ہے کہ صالحین اور دوستانِ خدا سے انکی حالت حیات میں توسل طلب کیا جائے اور ان سے دعا کرنے کیلئے کہا جائے تو یہ کیونکر ناجائز ہے ان کی وفات کے بعد ان سے استمداد کیا جائے اور کاملین کی ارواح میں حینِ حیات بعد الممات حالتوں میں کچھ فرق نہیں سوا اس کے بعد موت کے ان کے کمال میں ترقی ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

ایک اور مقام پر آپ اصلاح کی قسمیں بیان کر کے چوتھی قسم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء ائمہ اور اہل بیت عظام کی روح سے توسل حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ بزرگ اس باب میں بڑی توقیر رکھتے ہیں اور دائمہ اور مستمرہ لازمہ قوت کا فائدہ حاصل کرنا ہے جس سے عالم میں تصرف کیا جاسکتا ہے جبکہ امراض کا سلب کرنا، درد کو تسکین، جمادات اور حیوانات کو مسخر کرنا اور اس باب میں امداد حاصل کرنا ان بزرگوں کی ارواح طیبہ سے اور فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی ارواح کو بخشنا خاص کررات کے آخری حصے میں مجبوب ہے اور کبھی یہ استفادہ زندہ آدمی سے بھی کیا جاتا ہے اور وہ ارواح جن سے فی زمانہ اس قوت کا اکتساب کیا جاسکتا ہے اور اس میں مجرب وہ معمول ہیں وہ پانچ روحیں ہیں: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مقدسہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک، حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بہاؤ الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خواجہ معین الدین سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

آپ نے ولی کے مزار پر جانے کی ترغیب دی

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی مزار پر حاضری دیتے تھے اور وہاں سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے، ولی اللہ کی قبر پر حاضری اسلام میں نجات کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایک روز شاہ صاحب نے اپنے ایک طالبِ علم سے ارشاد فرمایا کہ تم شاہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے مزار پر جاؤ، تازہ وضو کر کے اوّل نمازِ مغرب ادا کرو اور بعد دو رکعت نماز ادا کرو اور اس میں مختلف سورتیں پڑھو، ایک بلی آئے گی تم اپنی نماز پوری کر لینا، سلام پھیرنے کے بعد اس بلی کو پکڑ کر ذبح کر کے کپڑے میں لپیٹ کر ہمارے پاس لے آنا۔ چنانچہ طالبِ علم نے بموجب ارشاد آپ کے عمل کیا جب بلی کو حضرت کے روبرو کھولا کپڑا ہٹا کر دیکھا کہ وہ تمام طلا ہے دوسرے روز طالبِ علم نے پھر ایسا کیا اس روز کچھ نہ ہوا تو یہ امتحان تھا اس طالبِ علم پر کہ اس کو ولی کے مزار پر حاضری دینے کی ترغیب دینا تھی کیونکہ یہ طالبِ علم کشف قبور اولیاء کا منکر تھا۔
شاہ صاحب نے اپنی کتب میں مختلف مقام پر قبور اولیاء پر حاضری کی ترغیب دی اور قبروں پر حاضری کے بعد قبروں کا طواف اور قبروں پر سجدہ کرنے سے منع فرمایا اور یہی عقیدہ علماء اہلسنّت و اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کا ہے۔
بوسہ دینے کے بارے میں شاہ صاحب نے اجازت دی ہے اور قبروں پر چادر غلاف وغیرہ چڑھانا اور اُس پر اسلامی شعار وغیرہ لکھنا اور کلمہ طیبہ کا نقش بھی جائز ہے اور قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے استدلال کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ مشہور عمل جو کہ حدیث مبارک میں موجود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ دو قبروں سے گزرے تو دونوں قبروں کی میتوں پر عذاب ہو رہا تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو سبز شاخیں کھجور کی لیں اور ایک ایک دونوں قبروں پر لگا دیں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج آپ نے قبر والوں سے جو یہ عمل کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا تو اسلئے ان پر عذاب ہو رہا تھا جب میں نے یہ سبز شاخیں ان کی قبروں پر لگائیں تو ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان سے عذاب دور ہو گیا۔ اس مسئلے میں شاہ صاحب محدثین کے باہمی اختلاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ امر وقت کے تعین کیلئے وقوع میں آیا ہے کہ اس وقت عذاب میں تخفیف کی جائے گی یعنی یہ حکم ان دونوں میتوں کے حق میں خاص تھا عام نہیں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ حکم ہر میت کیلئے عام ہے جب کوئی شخص ایسا کرے گا تو جب تک شاخیں خشک نہ ہوں گی عذاب میں تخفیف ہوگی اس واسطے کہ سبز شاخ تسبیح کرتی ہے تسبیح کی مقاربت تخفیفِ عذاب کا باعث بنتی ہے چنانچہ کانٹا اور گھاس وغیرہ جو قبر پر جم جائے اگر وہ سبز ہو تو اس کو وہاں سے نکالنا ممنوع ہے اس واسطے کہ یہ چیز جب تک سبز رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اس تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یعنی سبز چیزوں سے چاہے وہ پھول کی صورت میں ہو یا چادر کی صورت میں اس سے میت کو اُنس حاصل ہوتا ہے اگر اس پھول کی قیمت بطورِ صَدَقہ دیں تو اس کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے اور جب پھول وغیرہ قبر پر خشک ہو جائیں تو ان کو نکال دینا مکروہ نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی قبر کے اندر شجرہ وغیرہ رکھنے کو جائز قرار دیا ہے کفنی لکھنے کو بھی جائز قرار دیا ہے یہی نظریہ علماء اہلسنّت کا رہا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

قبر پر پانی چھڑکنا، خوشبو لگانا، پھول ڈالنا

ان کے بارے میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ قبر پر پانی چھڑکنا بعد دفن کے ثابت ہے لیکن کچھ دن گزرنے کے بعد پانی چھڑکنا شرع سے ثابت نہیں۔ لیکن اگر کام ہو تو اس کے استحکام کیلئے پانی چھڑکا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ایسا ہی اگر پانی چھڑکنے سے یہ منظور ہو کہ جانور اور پرندوں اور حیوانوں کی نجاست قبر کے اوپر سے دُور کی جائے اور قبر پاک کی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اسی لئے عوام اہلسنّت اولیاء اللہ کی قبروں کو غسل دیتے ہیں۔

جب ایک مسئلے کی اصل ثابت ہو جائے اور شرعاً اس میں کوئی قباحت نہ ہو تو وہ مسئلہ جائز ہوتا ہے نہ کہ ناجائز اگر کہیں پر ان نجاستوں کا حکم نہ پایا جائے تو وہاں پر بھی اگر برکت کیلئے یا مزار کی صفائی وغیرہ کیلئے مزار کو غسل دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے پھول اور خوشبو وغیرہ قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ، خوشبو کی چیزیں شرعاً ثابت ہے اور دفن کے بعد میت قبر کے اندر رہتی ہے البتہ یہ چیزیں قبر پر رکھنے سے اس میت کی مشابہت جدید میت کیساتھ ہوتی ہے تو احتمال یہ ہے کہ خوشبو کی چیزیں قبر پر رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے اس واسطے کہ اس حالت میں روح کو خوشبو سے لذت حاصل ہوتی ہے اور روح تو باقی رہتی ہے اگرچہ وہ خاصہ جس کے ذریعے سے خوشبو روح کی زندگی میں پہنچتی ہے اور موت کے بعد حالت حیات کے مانند باقی نہیں رہتی لیکن یہ امر اس کا قیاس معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً ثابت ہے کہ میت کو بعد موت کے لذت اور خوشی معلوم ہوتی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فیا تیہی من روحها و طیبها میت کو سرد ہوا بہشت کی پہنچتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں شہداء کے بارے میں آیا ہے یعنی شہداء کو روزی دی جاتی ہے اور خوش ہوتے ہیں تو اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ قبر پر خوشبو کی چیزیں رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

قبر پر اذان دینا اور تلقین کرنا

قبر پر اذان دینا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ قبر پر مراقبہ کرنا دفن کے بعد تلقین کرنا فقہا احناف کے نزدیک جائز ہے اور اس عمل سے میت کو فائدہ ہوتا ہے اور قبر پر اذان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں مشائخ عظام میت کو دفن کرنے کے بعد اور مٹی کو برابر کرنے کے بعد فاتحہ پڑھتے ہیں اور سلام عرض کر کے وہاں سے رُخصت ہوتے ہیں اور یہی عقیدہ علماء اہلسنّت کا رہا ہے آج عوام اہلسنّت اس پر عمل پیرا ہیں۔ دیوبندی وہابی یعنی نجدی ذہنیت رکھنے والے لوگ ان امور کو شرک وبدعت کہتے ہیں حالانکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ امور شرعاً ثابت ہیں ان میں شرک وبدعت کا کوئی شائبہ نہیں۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۱۶۱)

مزاراتِ اولیاء سے بیماروں کو شفاء حاصل ہوتی ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دینے کے بعد دل میں یہ یقین ہو کہ شفاء اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے لیکن اپنے نیک بندوں کے وسیلے سے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ فرمایا کہ حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر ہمیشہ ایسا جمِ غفیر ہوتا تھا کہ لوگ ہر قسم کی بیماری میں مبتلا ہو کر جب مزار پر آتے تو اللہ کے فضل سے صحت یاب ہو کر واپس جاتے۔ اسی طرح اصحاب کہف کی قبروں سے یا ان کے نامِ مبارک کے وظیفے سے یا اُن کی قبروں کے پاس جو مسجد ہے اُس میں نفل پڑھنے سے بیماروں کو شفاء حاصل ہوتی ہے اور متعدد اولیاء کرام کے مزاروں سے بیماروں کو شفاء حاصل ہوتی ہے۔

جس جگہ کسی اللہ کے ولی کی قبر ہوتی ہے تو وہاں سے اللہ تعالیٰ وباء اور بیماریوں کو دور کر دیتا ہے اور اللہ کے ولی کے لکھنے یعنی تحریر سے بھی اللہ تعالیٰ عذاب اور بیماریوں کو دور فرما دیتا ہے جس طرح کہ شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلی میں مقیم تھے مکھیاں نہایت ہی کثرت سے پیدا ہو گئیں اور لوگ ان سے تنگ آ گئے۔ سب نے شیخ کی طرف رجوع کیا زیادہ اصرار کے بعد آپ نے مکھیوں کے نام ایک خط لکھا اور شہر کے دروازے پر اس کو آویزاں کر دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مکھیاں جوق در جوق جانے لگیں مکھیوں کے جانے کے بعد شہر میں وباء پھیل گئی اس لئے ولی اللہ نے شہر کے باہر جانا پسند فرمایا کہ وہاں کے لوگ شریعت کے بالکل خلاف عمل کرتے تھے اور ولی کے حکم میں ہر چیز تابع ہوا کرتی ہے۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۱۴۳)

شاہ صاحب کے نزدیک اولیاء کا عُرس منانا جائز ہے

شاہ صاحب فرماتے ہیں، ایک مہینے کو خاص کر کے اس مہینے میں لوگ اولیاء کرام کے بہت عرس مناتے ہیں کہ اس مہینے کی تیسری تاریخ کو لوگ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس مناتے ہیں اور اسی مہینے کی سولہویں تاریخ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عرس مناتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُنیس تاریخ کو زخمی ہوئے تھے اور اکیس تاریخ کی رات کو آپ نے رحلت فرمائی تھی ان تاریخوں کے درمیان لوگ آپ کا عرس مناتے ہیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کا عرس اسی مہینے میں ہوتا ہے۔

ایک دن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک عرس کی تقریب میں شریک ہوئے وہ عرس کی تقریب عبدالعزیز شکر بار کی تھی اور شاہ غلام سادات بھی وہاں موجود تھے تو شاہ صاحب اس محفل میں تھے کہ شاہ غلام سادات نے قوالوں کو طلب کیا انہوں نے قوالی پڑھی تو دونوں پر وجد طاری ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کے بعد ولی کے تبرکات پر حاضری دی یہ تبرکات حضرت شاہ محی الدین کی خانقاہ میں تھے ابھی تبرکات کی زیارت ہی کر رہے تھے اتنے میں بیت اللہ شریف سے ایک بزرگ تشریف لائے ان کے پاس آبِ زم زم تھا اور پیش کیا آپ نے کھڑے ہو کر احترام سے پیا آپ نے کھڑے کھڑے دعا پڑھی اور اس کے بعد تھوڑا پانی باقی رہا وہ اپنے مرید کو دیا اور آپ نے فرمایا یہ ولی کا تبرک ہے اس کو تھوڑا تھوڑا سب میں تقسیم کر دو۔ سب حاضرین نے اس پانی کو تبرک سمجھ کر پیا سب نے پینے کے بعد کہا کہ آبِ زم زم میٹھا تو نہیں ہوتا حالانکہ یہ پانی بالکل میٹھا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا ایک بات عام ہے جو اس کو نسبت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی مبارک سے ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کو ایک ولی سے نسبت ہے اور تیسری اس کو اولیاء کی محفل سے نسبت ہے۔ اولیاء کی محفل سے اس میں مٹھاس زیادہ ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آبِ زم زم کو تبرکاً جس نیت سے پیا جائے مطلب حاصل ہوتا ہے جو آدمی آبِ زم زم کو شکم سیر ہو کر پیئے گا اس پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی پھر آپ نے فرمایا اس پر اکثر لوگوں نے تجربہ کیا ہے پھر فرمایا کہ آبِ زم زم شبِ برأت کو کنارے کے قریب آ جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ عرس کرنے سے اپنے پیر کی تعظیم ہوتی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں پر تجلیٔ اِلٰہی جلوہ فگن ہوتی ہے یہ وہ اولیاء کرام ہیں جنہیں تجلیٔ الٰہی سے سب کچھ نظر آتا ہے اور بعض اوقات ان کی نظر صرف اپنے اوپر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو ٹھہرایا تھا اور میں ہی قیامت کا باعث ہوں میں زندہ رہوں گا اور مجھے موت نہیں آئیگی یا دوسرے بزرگ جو اپنے اندر تجلی پاتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(ملفوظاتِ عزیزی، ص ۱۱۱)

اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس یعنی گیارھویں شریف

گیارہ تاریخ کو لوگ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں۔ بادشاہ، اکابرین شہر مزار مبارک پر جمع ہوتے ہیں بعد نمازِ عصر کلام پاک کی تلاوت پھر نعت خوانی ہوتی ہے آپ کے فضائل اور کرامات بیان کئے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا مزامیر ہوتے ہیں اور مغرب تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے اسکے بعد سجادہ نشین اور مریدین اور اہل مجلس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں ذکر بالجہر کرتے ہیں پھر معاملات سے فارغ ہو کر لنگر شیرینی جو کچھ موجود ہوتا ہے اس پر نیاز کر کے تقسیم کرتے ہیں۔

(ملفوظاتِ عزیزی، ص ۱۲۷)

اولیاء اللہ کے نام پر جانور نذر کرنا

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں، کسی نے سوال کیا کہ کسی شخص نے یہ نیت کی کہ اگر فلاں کام میرا ہو جائے تو سیّد احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدّو کا بکرا میں دوں گا۔ جب اس کی مراد حاصل ہوئی تو اس نے نامِ خدا لے کر ذبح کیا مگر اس نے دل میں سیّد احمد اور شیخ سدّو کے ساتھ گائے کی نسبت کی اور یہ حدیث میں ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کی صورت کی طرف نظر نہیں کرتا بلکہ تم لوگوں کے دِلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیت کا ضرور دخل ہے اور اس صورت میں مذکورہ گائے کا گوشت کھانا جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا، جائز ہے کیونکہ اس کا دار و مدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر اس کی نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نزدیکی حاصل ہو یا اس کا گوشت خود کھانا یا گوشت فروخت کرنا مقصود ہو یا اس سے کوئی بھی جائز کام مقصود ہو ان میں ذبح کرنا حلال ہے۔ پھر آپ نے مفسرین اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے دلیل دی اس بات کی کہ وہ جانور حرام ہوتا ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے جس طرح قرآنِ پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وما اهل لغير الله به اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم بالکل واضح ہے کہ وہ جانور حرام ہے کہ جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے تو شاہ صاحب فرماتے ہیں ہدایہ شریف کہ اس مشہور مسئلہ میں یہ حکم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ فی زمانہ جو لوگ اولیاء اللہ کے نام پر جانور نذر کرتے ہیں وہ صرف تقرب حاصل کرتے ہیں۔ جاہل سے جاہل آدمی کسی اللہ کے ولی کے نام پر یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر جانور خرد یتے ہیں اور منت مانتے ہیں ذبح کے وقت وہ **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر ذبح کرتا ہے تو یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح ہوتا ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب قربانی فرمائی تو اس پر دعا پڑھی یعنی اے اللہ تو قبول فرما اس ذبیحہ کو اُمتِ محمد یہ کی طرف سے جو تیری توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔

تو پتا چلا کہ جانور جو گیارہویں شریف میں ذبح کئے جاتے ہیں بالکل شریعت کے مطابق جائز ہیں۔ اگر کوئی شخص ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارے یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے یہ شرک ہے اور اس سے جانور حرام ہو جاتا ہے لیکن جانور کو کسی اللہ کے بندے کی طرف منسوب کرے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو یہ امر بالکل جائز اور عین شرع ہے۔

شاہ صاحب اس مسئلے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگ عرس کی ناجائز صورت میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، لا تجعلو قبری عیدا کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ شاہ صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت کہاں ہوتی ہے کہ عرس میں عید جیسا سماں ہوتا ہے حالانکہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور اس صاحبِ عرس کے فضائل و کمالات بیان کرتے ہیں اس حدیث سے اور اس کے منع پر دلیل پکڑنا یا دلیل لینا نہایت ہی جہالت ہے جو لوگ کسی حلال امر کو حرام قرار دیتے ہیں شاہ صاحب کے نزدیک دین اسلام سے خارج ہیں اب عرس کی محفل کو حرام کہنے والا شاہ صاحب کے نزدیک دین اسلام سے خارج ہے اسلئے عرس میں سب امور حلال ہیں۔

ولی عرس کی محفل میں حاضر ہوتا ہے اس لئے کہ اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں اپنی قبروں میں اور دنیا میں گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں اہلسنّت کے نزدیک۔ اس لئے شاہ صاحب نے اس مسئلے کی وضاحت اس مشہور حدیث سے کی ہے کہ ولی دنیا سے مرتا نہیں بلکہ پردہ فرماتا ہے اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں نفس کے ساتھ جہاد کر کے اپنی قبر میں جاتے ہیں تو ان کو وہاں وہ مقام دیا جاتا ہے کہ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا نیک بندہ تینوں سوالاتِ قبر سے کامیاب ہو جاتا ہے تو فرشتے اس سے فرماتے ہیں کہ تو ایسے سو جا جیسے دلہن سوتی ہے کہ اس کے محبوب کے علاوہ اُسے کوئی نہیں جگاتا۔ جب ولیوں کو ماننے والے ان کی یاد میں محفل منعقد کرتے ہیں جب ولی کو کسی مشکل میں پکارتے ہیں تو وہ ہر قسم کی دستگیری کرتا ہے اپنے ماننے والوں کی۔ لہٰذا اہلسنّت و جماعت کے نزدیک عرس کا یہی مفہوم ہے جس کو شاہ صاحب نے اپنی مختلف تصانیف میں ذکر کیا لہٰذا عرس منانا تمام علماء کرام و محدثین کرام کے نزدیک جائز امر ہے۔ (ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز، ص ۵۷)

شاہ صاحب کے نزدیک کراماتِ اولیاء حق ہیں

شاہ صاحب سے ایک مرید نے عرض کیا کہ اولیاءِ سلف کے خرقِ عادت اور کرامتیں جو بیان کرتے ہیں مثلاً اینٹ کو سونا کر دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا، یہ سچ ہے یا زمانے کی وجہ سے اختلاف ہوا ہے تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان روایات میں بہت مبالغہ ہے لیکن بعض اولیاء اللہ کی کرامتیں جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتیں تواتر کی حد تک پہنچ گئیں ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے زمانے میں کرامتیں بہت وقوع میں آتی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاضت شاقہ کو خرقِ عادات میں بڑا دخل ہے لہٰذا مشہور اولیاءِ کرام کی کرامتیں ایسی ہیں کہ اُن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی خاطر کبھی کبھی آسمان پر بھی اُن کے تصرفات ہوتے ہیں جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹایا تو اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بھی یہ مقام عنایت فرماتا ہے آپ نے فرمایا کہ خرقِ عادات کی چھ قسمیں ہیں: اوّل **معجزہ**: وہ جو کفار کے مقابلے میں نبی سے ظاہر ہو، جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات ظاہر ہوئے۔ دوسری قسم **کرامات**: جو اولیاء سے صادر ہو، جیسے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صادر ہوئیں۔ تیسری قسم **ارہاص**: جو نبوت سے پہلے ظاہر ہوں۔ **چوتھی قسم** عام مومنین کے حق میں دعا کی قبولیت اور اجابت وہ مومن خواہ عابد ہو زاہد ہو یا فاسق ہو یا فاجر ہو۔ پانچویں قسم **استدراج**: جو کفار کی طرف سے مقابلے اور دعوے کے طور پر واقع ہوں یعنی درجہ بدرجہ اس کو اور اس کے ماننے والوں کو گمراہی کی طرف کھینچنا۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۹۷)

اولیاء اللہ کی ایک وقت میں مختلف مقامات پر حاضری

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میر علی ہمدانی کی چالیس غزلوں پر ثبوت باہم پہنچنا اس میں کوئی شبہ نہیں یعنی آپ کو چالیس مہمانوں نے مدعو کیا تھا ہر ایک کے پاس پہنچے اور ہر ایک کو ایک غزل لکھ کر دی اور آپ وہاں سے چلے آئے اب لوگوں میں باہم نزاع پیدا ہوا ہر ایک کہتا تھا کہ میر علی ہمدانی اس وقت میرے پاس موجود تھے تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میر علی ہمدانی کا چالیس آدمیوں کے پاس بیک وقت حاضری دینا دُرست ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ولی ایک وقت میں ہر مقام پر حاضر ہوسکتا ہے اپنے ماننے والوں کی مشکل کو حل فرماتا ہے ولی اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ ایک واقعہ سنا کہ محمد علی نامی ایک بزرگ نے اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ گجرات میں شاہ دولہا سے لاہور کی طرف تین دن کی مسافت کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے دو قبریں تھیں لوگوں نے دریا کی طغیانی کے خطرے کی وجہ سے ان دونوں قبروں کو کھود کر دوسری جگہ منتقل کر دیا اُن میں سے ایک شخص کا کفن ذرا میلا ہو گیا تھا اور دوسرے کا کفن ایسا ہی تھا جیسا کفن دیا تھا لیکن لاشیں دونوں کی صحیح سالم حالت میں تھیں تو یہ دونوں اللہ کے نیک بندوں کی قبریں تھیں جس کا کفن میلا ہو گیا تھا وہ وضو میں زیادہ اہتمام نہیں کرتا تھا اور جس کا کفن بالکل ٹھیک تھا وہ بڑے اہتمام کے ساتھ وضو کرتا تھا۔ (ملفوظاتِ شاہ عبدالعزیز)

کسی اللہ کے ولی سے بیٹا مانگنا

چنانچہ ایک شخص کے اولاد نہیں ہوتی تھی تو اس نے آکر شاہ صاحب سے فرمایا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹا عطا فرمائے تو آپ نے دعا فرمانے کے بعد کہا! جا تیرے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام یوسف رکھنا تو جب اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام جوزف رکھا تو شاہ صاحب نے جب بچہ کا نام سنا تو اس شخص سے پوچھا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کیلئے میں نے دعا کی تھی لیکن تم نے اسکا نام جوزف رکھا ہے لیکن میں نے تم کو کہا تھا کہ اس کا نام یوسف رکھنا تو اسی شخص نے کہا کیا ان کے درمیان کوئی فرق ہے تو آپ نے فرمایا کہ فرق تو کچھ نہیں صرف زبان کا فرق ہے آپ نے آگے چل کر فرمایا کہ میں اللہ کے ولیوں سے تعلق رکھتا ہوں اور تم بھی ولیوں سے تعلق رکھا کرو تا کہ اللہ آپ کو اپنی رحمت سے نواز دے تو اس کے بعد آپ سے کسی انگریز نے سوال کیا کہ آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو ہمارے قرآن میں نہ ہو کیا یہ بات سچ ہے؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات سچ ہے۔ انگریز نے کہا بھلا کیمیا کا نسخہ کیا ہے؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا، تانبہ لاؤ تو تانبہ کا ایک ٹکڑا لایا گیا تو آپ نے اس پر پڑھ کر دَم کیا قرآن پاک کی آیت پڑھنے کے بعد وہ تانبہ سونا بن گیا اور انگریز نے کہا کہ کوئی اور شخص آیتِ قرآن پڑھ کر تانبے پر دم کرے تو کیا سونا بن سکتا ہے؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تاثیر میں تو کوئی شک نہیں لیکن زبانوں کا فرق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندے سب کچھ کر سکتے ہیں، اللہ کی عطا سے۔

(ملفوظاتِ عزیزی، ص ۹۷)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ رجب کی چوتھی تاریخ کے بارے میں کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس دن یہ تاریخ ہوگی تو اسی دن رمضان کی یکم ہوگی اور عیدالاضحیٰ اسی دن ہوگی تو آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ ایسا ہی پایا۔ اس سال جنتری کے حساب سے چاند تحت الشعاع میں ہے اور ایک حصہ رات گزرنے کے بعد نکلے گا اور ہندسوں کے دوج کا اعتبار کبھی نہیں کیا گیا جب تک چاند کو نہ دیکھا حکم نہیں فرمایا۔

شاہ صاحب ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت قطب صاحب کے مینار کے اوپر سے جس کی پہلے سات منزلیں تھیں اب چھ رہ گئی ہیں۔ ایک فقیر وہاں حساب کیا کرتا تھا اور عجیب عجیب کرتب دکھایا کرتا تھا اس کے کپڑے ڈھیلے ڈھالے اور گھیرے ہوتے تھے کرتے میں ان کے کپڑوں کی وجہ سے ہوا میں معلق ہو جاتا تھا اور نہایت ہوشیاری سے تمام مجمع میں سے اس شخص کو پکڑ لیتا تھا جو نیچے سے اس کو روپیہ دیتا تھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود اس شخص کو یہ کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک اور مقام پر شاہ صاحب نے دیوان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جنّوں کی بہت قسمیں ہیں جبکہ عربی کے محاورے میں ہے، للجنون فنون۔ کشمیر میں ایک دیوانہ تھا جس کسی کو دیکھتا تھا اور قابل سمجھتا تھا کہتا تھا بیٹھو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ برسرِ پیکار میں مدد کرتا ہوں ایک دوسرا دیوانہ آیا اور کہا حضرت للہ حویلی دیوانے آدمیوں نے کہ اس کو جھڑک دیں تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ حویلی شاہی قول کے ساتھ ہے جب تو قلعہ حاصل کرے گا تو حویلی تجھے اس وقت دونگا تو اس دیوانے نے کہا کہ قلعہ آئندہ سال لوں گا شاہ صاحب فرماتے ہیں، اس نے کہا کہ ایک سال تک کہاں رہوں، تو فرمایا جامع مسجد کے مینارے پر یہ بہت بلند مقام ہے۔

معجزہ اور کرامت دونوں نبی اور ولی سے ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکثر معجزے مشہور ہیں۔ معجزہ وہ ہے جو بر بنائے تحدی واقع ہو ورنہ کرامت ہے چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اکثر کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہیں ان میں سے ایک واقعہ مشہور ہے جو جوگی جے پال نامی کا ہے۔ اس واقعہ کی وجہ سے خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ولی الہند کہا جاتا تھا بہت سے ہندو آپ سے عقیدت رکھتے تھے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامتوں کی مشہوری عام مسلمانوں میں تھی چنانچہ یہ واقعہ صاحبِ اوراد سبعاً عشر مشہور ہے۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی شان لا متناہی ہے حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض مومن دعا کرتے ہیں اور فرشتے سفارش کرتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ ہم سب کچھ جانتے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ اس کا مدعا حاصل ہو جائے چنانچہ مولانا رومی ایک شعر میں ارشاد فرماتے ہیں:

ورکند رد لطف او شد بیشتر بھر تقریب سخن بادِ دگر

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک تناسخ کہتے ہیں کہ ایک جاندار کے بدن سے دوسرے جاندار کے بدن میں چلے جاتے ہیں (یعنی روح) یہ نہیں کہتا کہ سبزہ بن گئے۔ پس تم اپنی اصلی حقیقت پر نظر کرو نطفہ اور حلقہ سے بتدریج مدارج طے کر کے کہاں سے کہاں پہنچا پھر فرمایا، پہلی غذا کیا چیز تھی چاول یا گندم اس طرح گوشت وغیرہ پھر غذا میں کیا تبدیلی ہوئیں۔ پھر فرمایا کہ گندم سبزہ میں بدل گیا اور سبزہ گندم بن جاتا ہے پھر فرمایا کہ تمام اولیاء کرام کو اللہ کی طرف سے یہ تصرف اور دسترس حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں پس اس بنا پر ان حالات کا معائنہ کرنے کے بعد وہ بلکہ ان کی حالت خود بہ زبان حال کہتی ہے اور آپ نے فرمایا کہ ایک باریک بات یہ ہے کہ صوفی کی ایک ایسی حالت ہوتی ہے جس کو انقطاع انانیت یعنی اپنی فانیت کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں پس وہ حالت یعنی وہ ذات بے مثال خود گویا ہوتی ہے میں وہ ہوں جو اس حال کو پہنچ گئی ہوں اور مختلف مظاہر رکھتی ہوں۔ (ملفوظاتِ عزیزی، ص ۹۷)

شاہ صاحب کے نزدیک مسئلہ شفاعت

شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر عمل بندے کی شفاعت کرے گا آپ ہر چیز میں جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کا نیک عمل اس کا نگہبان ہوتا ہے اللہ کی بارگاہ میں وہ عمل جو اس نے کیا عرض کرتا ہے کہ اے مولا تو نے مجھے پیدا کیا تھا اس بندے کے کرنے کیلئے آج اس بندے نے دنیا میں مجھ سے محبت رکھی آج تو میری وجہ سے اس کو معاف کردے اور میری شفاعت کو اس کے حق میں قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ نیک عمل کی شفاعت قبول کر کے اس کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ تو ہے ہر وہ نیک عمل جس طرح نماز، روزہ، قرآن مجید اور ہر وہ صدقہ اس کی شفاعت کرے گا انبیاء، اولیاء، شہید، علماء شفاعت کریں گے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ کے ساتھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کیلئے جداگانہ حصہ ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ سات دروازے کس کیلئے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی اُمت سے جو لوگ گناہِ کبیرہ کرینگے اور بغیر توبہ کئے ہوئے مرجائیں گے انہیں لوگوں کیلئے یہ سات دروازے ہیں اور ان لوگوں کے گناہ کے موافق اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کرے گا۔ پھر ان لوگوں کو آپ شفاعت سے دوزخ سے نکالیں گے۔ تو یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روئے اور اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کیلئے باہر تشریف نہ لائے اور نہ کسی سے کلام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ فرمایا پھر قبروں اور حشرات الارض ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن لوگوں پر مہربانی کی ہوگی اور ان کو کھلایا پلایا ہوگا اور اسے صدقات اور ہر طرح کی اطاعت ان لوگوں کی شفاعت کرے گی جن لوگوں نے صدقات دیئے ہوں گے اور اطاعت کی ہوگی حتیٰ کہ جن لوگوں نے مسجد بنائی ہوگی ان لوگوں کی شفاعت وہ مسجد کرے گی جن لوگوں نے جائے نماز دی ہوگی وہ ان لوگوں کی شفاعت کرے گی اور جن لوگوں نے مسجد کو صاف کیا ہوگا وہ کوڑا ان لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۲۹)

شفاعت کے بارے میں شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ امور دنیا اور آخرت میں شفاعت سے یہ مراد ہے کہ گناہوں سے معافی کا سوال کیا جائے۔

از روئے لُغت شفاعت کا لفظ عام ہے شفاعت جُرمی اور شفاعت ذنوبی دونوں کو شامل ہے شفاعت جُرمی ایک شخص دوسرے کے بارے میں طابع مطبوع کے حق میں کرسکتا ہے شفاعت ذنوبی بواسطہ کسی وسیلے کے اور بلا واسطہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کیلئے مرید کے واسطے مرشد واسطہ ہوگا اور متعلم کیلئے استاذ شفاعت کا واسطہ ہوگا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی شفاعت کریں گے اس لئے یہ مسئلہ نص قرآن سے ثابت ہے اور سنتِ رسول سے ثابت ہے یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تابعداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور تابعداری کرو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور ان لوگوں کی تابعداری کرو جو تم میں سے صاحبان امر ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جن کی پیروی تم لوگ کروگے سیدھی راہ پاؤگے۔ جن لوگوں نے صحابہ کرام کی تابعداری کی صحابہ کرام ان کی شفاعت کریں گے۔ شاہ صاحب اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ملکوت کل شئی سے مراد ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا فرمایا اور وہ اللہ کی ہر وقت تسبیح کرتی ہے اور حقیقت میں وہ جسم لطیف ایک ایسا جزو ہے نورانی کہ جوہر اور عرض سے تعلق رکھتا ہے اور ایسی جو ہر روحانی کے سبب سے قرآن کی سورتیں نیک عمل جیسے نماز، روزہ، کعبہ معظمہ، عالم برزخ میں اور قیامت میں شفاعت کریں گے اور گواہی دیں گے اور آسمان اور زمین دن اور رات گواہ ہوں گے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ موذن کے واسطے ہر پتھر، ڈھیلا اور درخت کی لکڑی جہاں تک اذان کی آواز پہنچے گی قیامت کے دن گواہی دیں گے اور اسی دن وہ جواہر نوانی اپنی اپنی مناسب شکلیں پکڑ کے حشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے اور گواہی دینے میں اور شفاعت کرنے میں مشغول ہوں گے اور فرق آدمی اور جاندار کی روح کے تعلق میں اور دوسری مخلوق کے روحوں کے تعلق میں یہ ہے کہ وسیلہ دائمی ہے دوسرا حلول سریانی سے مشابہت رکھتا ہے جس نے سب قوائے طبعیہ، نباتیہ اور حیوانیہ میں درد کے آگے اپنے حکم کے تابع کیا ہے اور دوسرا تعلق دائمی نہیں اور حلول طریانی سے مشابہ ہے اس واسطے دنیا میں بعض وقت اثر تعلق کا ظاہر ہوتا ہے اور درخت اور پتھر نبیوں سے کلام کرتے ہیں اور ان کے حکم پر کام کرتے ہیں اور ان کو سلام کرتے ہیں اور قیامت کے نزدیک ان کا تعلق ہمیشہ ہوگا شہر پانی کا ہوجائے گا اسی سبب سے جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے نزدیک ایسے ایسے عجائبات بہت پائے جائیں گے اسی وجہ سے انبیاء، اولیاء، شہداء، صدقات، اعمالِ صالحہ شفاعت فرمائیں گے۔ شاہ صاحب نے قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ شفاعت کا اِذن فرمائے گا اُن میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اُس کے بعد انبیاء و اولیاء اور شہداء اپنے اپنے مقام میں شفاعت فرمائیں گے۔ شاہ صاحب نے شفاعت انبیاء کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، ص ۳۲۹)

شاہ صاحب کے نزدیک وسیلہ کا مقام

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وسیلے کا اسلام میں ایک مقام ہے۔ بندہ اللہ کے کسی نیک بندے کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں عفوو درگزر طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کی وجہ سے معاف فرمادیتا ہے اس عمل پر بزرگانِ دین کا قیام ہے اور تفسیر میں سینے کا طع ہے اس کے سچ ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں اسی لئے اولیاء کرام دُرودِ پاک اور نماز اور قرآنی آیتوں سے وسیلہ طلب کرتے تھے اللہ کی بارگاہ میں بڑی سے بڑی مشکل آجاتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک سے مدد مانگتے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک کا وسیلہ جو طلب کرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہر قسم کی مشکلات کو دور فرمادیتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سخت حاجت پیش آئے تو حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کو بارہ دن اور دن میں بارہ ہزار مرتبہ پڑھے، اول و آخر دُرود شریف پڑھے دس مرتبہ اور یہ درود شریف پڑھنا ضروری ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ بارہ اشعار ایک مجلس میں پڑھیں یا ایک شخص اکیلا پڑھے مذکورہ دعا کو تین سو بار پڑھے بعد نمازِ عشاء ایک الگ جگہ بیٹھ کر جہاں تاریکی ہو اور اپنے پاس پانی کا پیالہ بھی رکھے اور لحمہ بہ لحمہ اس پانی میں اپنا ہاتھ ڈال کر منہ پر پھیرے تین روز سات روز چالیس روز تک پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے وسیلہ سے اسکی مشکل کو حل فرمادیگا یا ایک لاکھ پچیس مرتبہ چند آدمی مل کر یا صرف اکیلئے بیٹھ کر تین سو مرتبہ اول و آخر دس دس مرتبہ دُرود شریف پڑھے، وہ وظیفہ یہ ہے فسهل یا الٰهی کل صعب بحرمة سیّد الابرار سهل پھر عاجزی کے ساتھ دعا کرے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب جنت میں داخل فرمایا تو آپ کو درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا لیکن آپ درخت کے پاس گئے اور کچھ کھایا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت سے نکالا اور اس کے بعد جب آپ کو معلوم ہوا کہ مجھ سے خطاء سرزد ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے تو اس پر آپ بہت روئے اور آپ نے بہت دعائیں کی لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے قبولیت کا جواب نہیں آیا ایک روز آپ نے عرش کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو عرش کی بلندیوں پر کلمہ طیبہ لا الٰه الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا تو آپ نے یہ سوچا کہ یہ جو نام اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ کسی بڑی کامل ہستی کا نام ہے تو آپ نے سوچا کہ میں اسی کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں تو اللہ تعالیٰ میری اس خطا کو معاف فرمادے گا تو آپ نے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی اور آخر میں یہ الفاظ پڑھے:
اسئلك بحق محمد ان تغفرلی آپ نے جب ان الفاظ کیساتھ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی حضرت آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اے آدم تو نے اس نام کو کس سے سنا اور کس طرح آپ نے سمجھا کہ یہ نام مبارک میرا وسیلہ بنے گا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے مولا جب میں نے عرش پر دیکھا تو تیرے نام کے ساتھ یہ نام بالکل ملا ہوا تھا تو اسلئے میں نے اسی نام مبارک کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم یہ میرے اس نبی کا نام ہے

اگر مجھے یہ پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا بلکہ میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا اس پیارے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو میں نے پیدا فرمایا اور اُس کے بعد ہر چیز کو پیدا کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان ہے اور اللہ کی بارگاہ میں اتنا بڑا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے انبیاء علیہم السلام کو عفو و درگزر فرماتا ہے اس لئے آج بھی کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کورد نہیں فرمائے گا بلکہ قبول فرما کر اس کی حاجت کو پورا فرمائیگا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نمازِ حاجت پڑھنے سے بندے کی مشکل حل ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نماز کے اندر جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابی اگر تو یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ میرے وسیلے سے تیری آنکھوں کی روشنی دوبارہ لوٹا دے گا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دعا خاص نہیں بلکہ عام ہے جب بھی کوئی اللہ کا بندہ کسی پریشانی میں پھنس جائے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے پڑھنے سے اسکی پریشانی کو دور فرمادیگا کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نام سے وسیلہ طلب کیا جاتا ہے یہ عقیدہ علماء اہلسنّت کا ہے اور شاہ صاحب نے جس طرح عقیدۂ اہل سنت کا دفاع کیا ہے اور اسکو دلائل کیساتھ ثابت کیا ہے کاش کہ آج کے بدعقیدہ دیوبندی وہابی، غیر مقلد مان لیں اور مسلمان ہو جائیں۔ (کمالاتِ عزیزی، ص۹۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمِ غیب جانتے ہیں

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک عطائی اور ایک ذاتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب ذاتی اور علمِ غیب عطائی دونوں کا ذکر کیا ہے علم غیب ذاتی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور علمِ غیب عطائی کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ شاہ صاحب نے قرآن پاک کی سورۂ بقرہ کی تفصیل میں ان آیاتِ کریمہ کی تفصیل کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب عطائی ثابت کیا ہے اور شاہ صاحب نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل کی کیفیت کو بھی جانتے تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ انبیاء، صدیقین اور اولیاء کرام کو بھی علم غیب حاصل ہے۔ شاہ صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر اور اپنی مختلف تصانیف میں یہ امر ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا جن آیاتِ کریمہ اور جن احادیث مبارکہ میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ ذاتی علم غیب کی نفی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور مافیہا کا علم غیب عنایت فرمایا ہے، جن آیات کریمہ سے علماء اہلسنّت نے استدلال کیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر بعینہٖ شاہ صاحب نے بھی استدلال فرمایا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی، ص۱۳۱)

اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خزانوں کا مختار بنایا ہے اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ صحاح ستہ کی مشہور حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی ہیں ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر خزانے کی چابیاں عطا فرمائیں اور یہ چابیاں جبرئیل امین (علیہ السلام) نے ابلق گھوڑے پر سوار ہوکر مجھ تک پہنچائیں ہیں۔ تو پتا چلا کہ جو عقیدہ اہلسنّت کا ہے اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں وہی عقیدہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شقِ صدر

شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روحانی وجسمانی معراجیں ہوئیں جسمانی معراج جس کا ذکر قرآنِ پاک اور مشہور حدیث مبارک میں ہے یہ معراج جسمانی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متعدد بار روحانی معراج ہوئیں اور چار مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا جس طرح علماء اہلسنّت کا عقیدہ ہے معراج مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہی عقیدہ شاہ صاحب کا ہے اور اسی معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام علوم عطا فرمائے اور یہی عقیدہ اہلسنّت کا ہے۔

میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قیام و سلام

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ربیع الاوّل شریف کا مہینہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اسی مہینہ میں ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفلیں منعقد کرنے اور فیوض برکات حاصل کرنے میں بہت اہم مہینہ ہے اسلئے فقیر بھی خصوصاً اپنے گھر پر دو مجلسیں منعقد کرتا ہے ایک شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، دوسری میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کا ہمارے سلف اور خلف میں رہا ہے اسلئے میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانا اور اس سے فیض حاصل کرنے سے ایمان میں ایک قوی طاقت ہوتی ہے اور پھر آخر میں شاہ صاحب کچھ اشعار صلوٰۃ وسلام کے پڑھ کر فارغ ہوتے اور یہی عقیدہ اہلسنّت کا میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہے۔

فاتحہ، سوئم، چالیسواں ، سالانہ منانا جائز ہے

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امور جائز اور مستحب ہیں ان امور سے مُردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور یہ امور قرآن پاک وحدیث کی نظر میں بالکل جائز ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مُردے کی مثال ڈوبنے والے جیسی ہے تم اپنے مردوں کو صَدَقات کے ذریعے سے بچاؤ۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ متعدد احادیث مبارکہ سے ان امور کے جائز ہونے کی مثالیں ملتی ہیں اور یہ جو عقیدہ اہلسنّت کا ہے کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اسلئے ہم یہ امور کرتے ہیں تو یہ زندوں کا عمل ہے اور اس سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے اور ان امور کی اصل ایصال ثواب ہے اور یہ امور قرآن وحدیث سے ثابت ہیں یہی عقیدہ اہلسنّت کا ہے۔

تبرکات کی زیارت کرنا جائز ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ تبرکات ایسے ہوں کہ جن کے بارے میں صحیح طریقے پر معلومات ہوں کہ واقعی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے موئے مبارک یا کچھ ان کے کپڑوں کا حصہ جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ واقعی یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تبرکات ہیں اس طریقے میں اولیاءِ عظام کے تبرکات یا کسی ولی کے مزار کی چادر یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نقشہ یا پاؤں مبارک کا نقشہ اسی طرح عصاء مبارک کا نقشہ یا عمامہ شریف کا نقشہ اور اہلِ بیت کے تبرکات، ان کی زیارت کرنے میں کوئی قبیح امر نہیں ہے بلکہ ان کی زیارت کرنا جائز ہے اور نجات کا سبب ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو پختہ یقین ہو کہ واقعی یہ تبرکاتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا تبرکاتِ صحابہ کرام ہیں یا اولیاء کے تبرکات ہیں پھر ان کی زیارت کرے جو نیت زیارت کی ہوگی اللہ تعالیٰ اس امر میں کامیاب کرے گا۔ قرآن وحدیث کی نظر میں اور سلف اور خلف کے طریقوں میں بالکل جائز ہے۔

تو پتا چلا کہ شاہ صاحب کا جو نظریہ ہے وہ مسلکِ حق اہلسنّت کی تائید کرتا ہے کہ اہلسنّت تبرکات کو بالکل جائز اور مستحسن سمجھتے ہیں اس میں کوئی بدعت اور شرک نہیں ہوتا۔ اہلسنّت کے نزدیک تبرکات کا احترام اور تبرکات سے فتح ونصرت زمانہ قدیم میں تھا شریعتِ مطہرہ میں بھی جائز ہے اس لئے تبرکات کی زیارت کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ سے تبرکات کی نظیر ملتی ہے یہی عقیدہ اہلسنّت کا ہے۔

تعویذات اور گنڈے کرنا جائز ہے

شاہ صاحب فرماتے ہیں، تعویذ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ حقیقی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن تعویذات میں اللہ تعالیٰ نے شفاء ڈالی ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تعویذ لکھا کرتے تھے اور لوگوں کو دیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے ایک روایت کو نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر تعویذ لکھ کر بچوں کیلئے دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس کو بچے کے گلے میں ڈالو۔ بازو پر باندھنے کا تعویذ بھی دیا کرتے تھے تو صحابہ کرام کی نیت ٹھہری تعویذات لکھنا۔ تعویذات دینا جگہ کا تعین کرنا جہاں باندھنا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعویذ دیتے اور دم بھی فرماتے تھے۔ شاہ صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ اکثر بزرگانِ دین و مشائخ عملیات اور تعویذات کا کام کرتے تھے جو شریعت کے موافق ہے اس کو موجب حسنات و سبب کمال برکات و ذریعہ حصول جملہ مطالبات و حاجات کا سمجھنا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت ولی نعمت، مولانا شاہ ولی اللہ اور دیگر بزرگانِ دین نے جو اعمال وغیرہ تحریر فرمائے ہیں وہ شریعت کے مطابق ہیں۔

آپ سے سوال ہوا کہ جو نقشہ جات ہندسوں میں لکھے جاتے ہیں فرمایا کہ جو لوگ ادب کریں تعویذ کا تو اس کو اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی آیتیں لکھ کر دی جائیں۔ اسمِ ذات اور آیات معوذات کو تعویذ کہ ہندسوں کے بطور چال شطرنج کے لکھ کر دینا جائز ہے اور اسی سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ توقع اجر و ثواب کا موجب ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، خیر الناس من ینفع الناس شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر قسم کی بیماری کیلئے دم کرانا اور کسی چیز کو دَم کرکے دینا جائز ہے جبکہ خود شاہ صاحب نفاس کی مریضہ عورت کو رومال دم کر کے دیتے تھے جب وہ عورت رومال کو باندھتی تو اس سے نفاس کا خون آنا بند ہو جاتا اسی طرح شاہ صاحب کے عملیات مؤثر اور مجرب ہوتے تھے اس پر شاہ صاحب نے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اسی طرح شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ تعویذات سے دل کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

تو پتا چلا کہ اہل سنت و جماعت میں جو طریقہ رائج ہے تعویذات دینا اور دم وغیرہ کروانا، تو یہی طریقہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بھی رہا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی تصانیف میں قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت بھی کی ہے کہ تعویذات لکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور صحابہ کرام کی بھی سنت ہے اور سلف و خلف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے اہلسنّت و جماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو شافی بنایا ہے۔ قرآن پاک میں سے تعویذات بنائے جاتے ہیں لہٰذا مؤثر حقیقی اللہ کی ذات ہوئی اور تعویذات کے اور اللہ نے تاثیر ڈالی ہے لہٰذا جو طریقہ شاہ صاحب کا ہے آج ان کے ماننے والوں کا طریقہ نہیں وہ صرف برائے نام شاہ صاحب سے عقیدت رکھتے ہیں۔

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدد کہنا جائز ہے

شاہ صاحب نے ان اشعار کو پسند فرمایا جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگی جاتی ہے شاہ صاحب نے اپنی تصانیف کے اندر بھی اُن اشعار کو شامل فرمایا اور اپنے جنازے میں پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

تو ثابت ہوا کہ استعانت بالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز ہے شاہ صاحب نے استعانت باولیاء کو بھی جائز فرمایا ہے بلکہ شاہ صاحب کا نظریہ عام مومنین کیلئے یہ ہے کہ ان سے بھی استعانت طلب کی جاسکتی ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ثابت ہوئی استعانت لغیرہٖ جائز ہے برعقیدہ اہلسنّت۔

شاہ صاحب کے عقیدے کو دیکھتے ہوئے انسان بخوبی یہ جان لیتا ہے کہ اتنے بڑے محدث نے اُن عقیدوں کو دلائل اور براہین سے ثابت کیا ہے جو اس وقت دورِ حاضر میں مختلف ہیں تمام فرقے جن کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ ان تمام عقیدوں کو ردّ کرتے ہیں واحد اہلسنّت وجماعت ہے جو ان پر عمل پیرا ہے۔

حالانکہ ان تمام فرقوں کے علماءِ حدیث کی سند میں آپ یعنی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو اپنا استاد مانتے ہیں آپ شیخ کے نظریہ کو دیکھتے ہیں اور جو ان کو شیخ تک پہنچائے اس کا عقیدہ اور ہو تو اس سے سند حدیث کا ضعف لاحق ہوتا ہے۔

آج ان تمام باطل فرقوں نے شاہ صاحب کی کتابوں کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا اور یہ کوشش کی کہ شاہ صاحب کے عقیدے کو اپنے عقیدے کے مطابق کیا جائے لیکن اتنی کوشش کے باوجود تحریف نہ کرسکے۔